مسئلہ کفائت کی حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت

نکاح کی ضرورت

مولوی محمد یوسف صاحب قاسمی بہرائچی

تمام انسانوں کو دنیا میں زندہ رہنے کے لیے ایک طرف اسباب معاشی کا اختیار کرنا ضروری ہے، تو دوسری طرف بقاء نوع اور خواہشات کی جائز تکمیل کے لیے شادی بیاہ بھی ناگزیر ہے، اسی لیے بعض صورتوں میں نکاح فرض اور واجب ہو جاتا ہے، البتہ عام معتدل حالات میں مسنون ہے۔

شادی بیاہ کرنے میں وہ طریقہ اختیار کرنا بھی ضروری ہے جس سے انسانیت حیوانیت سے ممتاز ہو جاوے، اور صنف نازک ہوسناک لوگوں کی ہوس اور بہیمیت کا شکار نہ ہونے پاوے، اس مقصد کے لیے کچھ رشتے حرام اور کچھ حلال قرار دے گئے۔ اور رشتۂ ازدواج قائم کرنے کے لیے کچھ شرائط وقیود لگا کر مخصوص طریقہ متعین کیا گیا۔

زوجین میں موافقت صنفِ نازک کے مقام و مرتبہ کی عزت اور اس کی عفت وعصمت کی حفاظت اسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ اس رشتہ کو مدتِ عمر تک باقی رکھنے کا انتظام کیا جاوے، نکاحِ مؤقت اور متعہ سے یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا، نیز رشتۂ ازدواج باقی رہنے کے لیے توافق واتحاد ضروری ہے، جس کی خشت اوّل بنیادی عقیدہ کا اتحاد ہے، بنیادی عقیدہ میں فرق واختلاف ہی کی وجہ سے مشرکہ عورتوں سے نکاح حرام ہے، البتہ اہل کتاب کی لڑکیاں مسلمان قبول کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اہل کتاب اور مسلمانوں کے عقیدہ وغیرہ میں قرب ومماثلت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ	آج تمہارے لیے (اے مسلمانو!) تمام پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں، اہل کتاب کا کھانا ان

مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ (سورۂ مائدہ)

میں ذبیحہ بھی شامل ہے تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے، اور پاکدامن مسلم عورتیں اور اہلِ کتاب کی پاکدامن عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں۔

<u>زوجین میں کفائت</u> البتہ بعض اہم اور معقول وجوہات کی بناپر شریعت اسلامیہ نے کسی مسلمان عورت کو کسی بھی اہلِ کتاب یا غیر مسلم مرد سے نکاح کی اجازت نہیں دی ہے، اور یہ حرمت ابدی ہے۔ طرز زندگی عادات واطوار میں مماثلت اور فکری ہم آہنگی سے بھی اتحاد وموافقت کو تقویت پہنچتی ہے لیکن افکار و عادات وغیرہ میں تبدیلی گردوپیش کے نئے اثرات سے بتدریج ممکن ہے، اسی لئے اس میں اتحاد و یگانگت، انعقاد نکاح یا بقاء نکاح کے لیے بنیادی شرط نہیں ہے، البتہ عام حالات میں رعایت رکھنا اس وقت تک بہتر ہے جب تک اس سے زیادہ مفسدہ نہ پیدا ہو۔

فکری ہم آہنگی اور عادات واطوار میں یگانگت ومماثلت ہی کا نام کفائت ہے جو کہ عقدِ نکاح میں معتبر ہے لیکن اس سے اشرف وارذل یا ادنیٰ اعلیٰ طبقات کا ثابت رکھنا مقصود نہیں ہے،

صاحبِ ہدایہ کے الفاظ میں:۔

لان انتظام المصالح انما یکون بین المتکافئین عادۃً فان الشریفۃ حسباً ونسباً تابیٰ ان تکون فراشاً للخسیس فلابد من اعتبارہا (ہدایہ ج ۲ ص ۲۹۹)

کفارت کا اعتبار اس وجہ سے ناگزیر ہے کہ زوجین کے درمیان گھریلو مصالح کا انتظام کرنا باہمی موافقت والفت ہی کے وقت بخوبی ہوسکتا ہے اور موافقت و الفت، عادات واطوار میں ہم آہنگ جوڑے میں عام طور پر ہوا کرتی ہے، کیونکہ جو عورت اپنے کو حسب ونسب کے اعتبار سے شریف و بلند سمجھتی ہے، وہ اپنے سے کمتر کی ماتحتی ومعروشیت قبول کرنے سے انکار کردے گی۔

اسی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو عورت تعلیم وتہذیب وغیرہ کی وجہ سے اونچے نیچے کا طبقاتی ذہن نہ رکھتی ہو اور خود برضا ورغبت عرفی غیر کفو میں اپنے ولی کی رضامندی پاکر نکاح کرنا چاہے

تو پھر رکاوٹ نہ ہوگی۔

کفارت فی نفسہ مقصود نہیں | کیونکہ یہ کفارت فی نفسہ مقصود نہیں ہے، اگر کفارت فی نفسہ مقصود ہوتی تو زوجہ کی جانب بھی کفارت کی شرط معتبر ہوتی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ علامہ شامی کے الفاظ میں:

ولذا لا تعتبر من جانبها لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ، دناءت الفراش (شامی جلد دوم ص ۳۱۳)

(معاملہ چونکہ باہمی رضامندی و موافقت کا ہے) اسی وجہ سے عورت کی جانب سے کفارت کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ شوہر صاحب فراش ہے، اس کو مفروش (بیوی) کے عرفی) ادنی ہونے سے نفرت و ناپسندیدگی نہ ہوگی۔

اس طرح زوالِ کفارت سے نکاح بھی زائل ہو جاتا حالانکہ باقی رہتا ہے، زائل نہیں ہوتا۔

والکفارۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالھا بعدہ (در مختار ج ۲ باب الکفارۃ)

عقدِ نکاح کرتے وقت شروع میں کفارت کا اعتبار ہے، بعد عقد اگر کفارت زائل ہو جائے اس سے کوئی نقص نہیں پیدا ہوتا۔ مثلاً صالح شخص فاسق ہو جائے۔

کفارت کی غرض | دراصل کفارت کا اعتبار کرنے سے ایک طرف عورت کے جذبات کی رعایت مقصود ہے گو کہ وہ فاسد خیالات پر مبنی ہوں کیونکہ نباہ اس کو کرنا ہے، تاکہ زوجین میں خوش دلی اور باہمی احترام کے ساتھ تعلقات استوار رہیں، اور دوسری طرف ہمدرد و شفیق اعزہ و اولیا کے جذبات کی رعایت بھی مقصود ہے: کیونکہ گھریلو معاشرہ کو اختلال و برہمی سے محفوظ رکھنے، اور خاندان کے اخلاق و معاملات کو اندرونی و بیرونی فتنوں سے بچانے کی ذمہ داری قبل از ازدواج عورت کے ولی پر ہے، اسی لئے غیر کفو سے بلا اجازت ولی نکاح کرنے کی صورت میں لڑکی کے نکاح کو فسخ کرنے کا ولی کو اختیار ملتا ہے، لیکن ولی کے ذمہ اس من مانی نکاح کو فسخ کرانا واجب نہیں بلکہ باقی بھی رکھ سکتا ہے، لان التفریق لیس بواجب علیہ بل ھو رخصۃ فی حقہ (فتح المعین)

ان امتیازی جذبات کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے | اور اگر اس نکاح سے حمل بھی ہو گیا ہو تو اب ولی کا یہ حق فسخ بھی ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ فی نفسہ نہ کفارت مقصود ہے، اور نہ ان جذبات کی تقویت کرنا اور ان کو درست قرار دینا ہی مقصود ہے، بلکہ ان جذبات کی جو بنیادیں ہیں

ان کی شریعت اسلامیہ نے حوصلہ شکنی کی ہے اور اس کو ختم کرنے کی ترغیب دی ہے۔

کفارت کا اعتبار ان چیزوں میں کیا گیا ہے، (۱) نسب (۲) دین داری (۳) مال (۴) آزادی (۵) اسلام (۶) پیشہ، اوّل کی تین چیزیں عرب میں معتبر ہیں، اور پہلی چھوڑ کر پانچ چیزیں

نسب میں کفارت | عجم میں معتبر ہیں۔ اوّلاً نسب کے معاملہ میں اولاً عرب و عجم میں تفریق کی گئی پھر عرب میں قریش اور غیر قریش کی تفریق کی گئی۔ عجمی لوگوں کا درجہ اس قدر گھٹا یا کہ خواہ عالم یا بادشاہ ہوں لیکن کسی عربی النسل عورت کے کفو نہیں ہوسکتے، والعجمی لایکون کفواً للعربیۃ ولو کان العجمی عالماً او سلطاناً وھوالاصح (درمختار ج ۲ باب الکفارۃ)

اس میں نسل و خاندان، علاقہ و زبان کا امتیاز اور عدم مساوات ہزف فاسد ہے اور اسی پر مبنی جذبات کی رعایت ہے، حالانکہ انھیں امتیازات کے خلاف

امتیازات کے خلاف اعلانات نبوی | بے شمار نبوی اعلانات ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:-

(الف) لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاسود علی احمر ولا لاحمر علی اسود الا بالتقوی۔

فی نفسہ عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر، کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت اور بڑائی نہیں، ہاں تقویٰ و کردار کے ذریعہ بڑائی ہوسکتی ہے جس کو سبھی حاصل کر سکتے ہیں۔

(ب) یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ و تعظمھا بالاباء، الناس من آدم وآدم من تراب۔ (ابن ہشام)

اے قریش کے لوگو جاہلیت کا غرور اور نسب کا فخر خدا نے مٹا دیا، تمام انسان آدم کی نسل ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔

(ج) ان اللہ اذھب عنکم عُبّیۃ الجاھلیۃ و فخرھا بالاباء انما ھو مومن تقیٌّ و فاجر شقیٌّ، الناس کلھم بنو آدم وآدم خلق من تراب۔ (ترمذی)

خدا نے جاہلیت کے زمانے کے غرور اور نسب کے فخر کو مٹا دیا۔ انسان اب یا متقی ایماندار ہے، اور یا گنہگار و بدبخت ہے۔ تمام انسان آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔

قرآنی آیات سے بھی یہی ثابت ہے، آیات کے چند ٹکڑے ملاحظہ ہوں:۔

(د) وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔ (قرآن کریم)	تم کو خاندان و قبائل میں اس لئے منقسم کردیا تاکہ آپس میں شناخت و تعارف کرسکو، جس طرح کہ لکھنوی اور دہلوی کہنے میں تعارف مقصود ہے، اس سے تغافل مقصود نہیں کیونکہ زیادہ شریف اللہ کے نزدیک وہ ہے جو عمل و کردار میں تم میں بڑھا ہوا ہے۔

(ہ) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (قرآن کریم)	تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(ی) إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ (الآیہ)	سب کے ماں باپ (آدم و حوّا) ایک ہی ہیں۔

سب کا جوہر اور خون ایک ہی ہے۔ ع گردِ آفرینش زیک جوہر اند،

ان میں رنگ ونسل، علاقہ اور زبان کی بنیاد پر قائم ہونے والے تمام امتیازات وتعصبات کو ختم کرکے ایک عالمگیر ملی وحدت میں ضم ہوجانے کی واضح ترغیب ہے۔ اور یہ تمام باتیں پہلے دنیا کے لیے اور نتیجۃً آخرت کے لیے ہیں، فلان الدنیا مزرعۃ الآخرۃ (حدیث) دین اور دنیا کی تقسیم، پھر دنیا میں ہر روا و ناروا سلوک و امتیاز کو جائز قرار دینا ایسی خطرناک غلطی ہے جو سنگین نتائج کی حامل ہے۔

فضائل اور مناقبِ کفاءت کی بنیاد نہیں ہیں | یہاں پر یہ بھی ذہن نشین رہے کہ بعض شعوب و قبائل کے مناقب، بعض علاقوں کے باشندوں کی خوبی اور عمدہ اوصاف، اور بعض مقامات مقدسہ کے خادمین و محافظین کے فضائل احادیث پاک کے اندر جو بیان کئے گئے ہیں، ان مناقب و فضائل کو کفاءت کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا ہے اور نہ فقہاء مجتہدین نے بنایا ہی ہے، نیز نسبی کفاءت کے سلسلہ میں ایک ضعیف حدیث بھی ہدایہ میں درج ہے جس کو تمام محدثین نے ضعیف اور ناقابلِ استناد قرار دیا ہے، اس کی تفصیل خود ہدایہ کے حاشیہ (نصب الرایہ فی تخریج ہدایہ ج ۲ صفحہ) پر بھی موجود ہے۔ اس لیے اس کو بھی صحیح اور قوی الاسناد احادیث اور آیات کے مقابلہ میں بنیاد نہیں بنایا جاسکتا ہے۔

دین میں کفاءت | دوم: دین داری کے سلسلہ میں جس قدر تاکید احادیث پاک میں آئی

ہے، اسی قدر لاپرواہی عوام و خواص میں برتی جا رہی ہے اس کی کچھ تفصیل مقالہ کے آخر میں حدیث اذا جاءکم من ترضون دینہ وخلقہ الخ کے ضمن میں درج ہے۔

مال میں کفارت | سوم مال کے اعتبار سے مہر معجل کی ادائگی اور ایک ماہ نان ونفقہ تک کی قدرت ہونا کافی بتلایا گیا، لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ ایک روایت کی رو سے مالداری میں بھی برابری کے قائل ہیں اور وجہ وہی فخر اور دفع عار ہے۔ فاما الکفارۃ فی الغنی فمعتبرۃ فی قول ابی حنیفۃ ومحمد حتی ان الفائقۃ فی الیسار لا یکافیھا القادر علی المھر والنفقۃ لان الناس یتفاخرون بالغنی ویتعیرون بالفقر (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۳۰۱) اس میں غریب و امیر میں امتیاز اور مال و دولت پر فخر و مباہات اور مفلس و غریب کو کم درجہ سمجھنے کے جذبات ہیں، حالانکہ احادیث پاک میں ان امتیازی خیالات کو مٹا دینے کا اور ہر مسلم کے اکرام و احترام و محبت کا حکم ہے خواہ وہ غریب ہو یا امیر۔

آزادی میں کفارت | چہارم آزادی میں کفارت یعنی غلام مرد آزاد عورت کا کفو نہیں، اسی طرح آزاد شدہ غلام بھی اس عورت کا کفو نہیں ہو سکتا جو اپنی اصل کے اعتبار سے آزاد ہو یا اس کا باپ آزاد ہوا ہو، (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۳۰۱)

اسلام لانے میں کفارت | پنجم اسلام لانے کے تقدم و تاخر میں یعنی وہ شخص جس کے والدین ہی مسلمان ہوئے ہیں ایسے شخص کا کفو نہیں ہو سکتا جس کی اوپر سے کئی پشتیں اسلام میں چلی آرہی ہوں۔ (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۳۰۱) آزادی اور اسلام لانے میں کفارت کا اعتبار بھی دفع عار اور فخر و مباہات کے جذبات کی رعایت کر کے ہے حالانکہ فخر و مباہات اور دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھنے کو شرعاً و اخلاقاً ممنوع قرار دیا گیا۔

پیشہ میں کفاءت | ششم پیشہ میں عجمی تصورات اور عرف فاسد کا اعتبار کر کے طبقات قائم کیے گئے۔ ادنیٰ پیشہ کا لڑکا اعلیٰ پیشہ کی لڑکی کا کفو نہیں قرار دیا گیا۔ اس کی بھی وجہ وہی فخر و مباہات اور دفع عار ہے۔ وجہ الاعتبار ان الناس یتفاخرون بشرف الحرف ویتعیرون بدنائتھا (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۳۰۱)

یہاں تک کہ عرب میں بھی اگر یہ عجمی تصورات قائم اور عرف فاسد رائج ہو جاوے تو ان میں بھی پیشہ میں کفائت معتبر ہوگی، لیکن زمانۂ نبوی سے لے کر آج تک بفضلہ تعالیٰ اسلامی ممالک بالخصوص

عرب میں پیشوں کی پوزیشن | عرب کے خطہ کی فضا ان فاسد تصورات سے پاک صاف ہے، ان کے اذہان پیشہ کی بنیاد پر ذات پات کی تقسیم سے بالاتر ہیں، وہ ایک سبزی فروش، ایک کپڑا بنکر اور ایک چرواہے کو بھی یا شیخ کہہ کر پکارتے ہیں، اور خود بھی بوقت ضرورت ان پیشوں کے اختیار کرنے میں ذرہ بھر بھی عار یا جھجھک تک محسوس نہیں کرتے، درحقیقت مقاماتِ مقدسہ کا فیضان صحبتِ نبوی کے متبرک آثار نسلاً بعد نسل موجود رہنے کے ساتھ ہی حضور کا یہ ارشاد بھی ان کے سامنے ہے، جس میں ہر طرح سے حلال کمائی حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور تمام جائز پیشہ اختیار کرنے والوں کی ہمت افزائی فرمائی ہے۔

پیشہ و دستکاری کے بارے میں حدیث

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اکل احد طعاماً قط خیراً من ان یاکل من عمل یدہ وان نبی اللہ داؤد ع کان یاکل من عمل یدیہ (بخاری شریف)	نبی کریم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی شخص نے کبھی نہیں کھایا اور اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔

شرعاً کوئی پیشہ ذلت نہیں بن سکتا | اس میں عمومیت ہے کہ کوئی بھی جائز پیشہ آدمی اپنی صلاحیت و صوابدید کے مطابق اختیار کر سکتا ہے، پیشوں میں فی نفسہ اونچ نیچ نہیں اور نہ کسی پیشہ کو مستقل ذات اور گوت بنایا جا سکتا ہے، پیشوں کی بنا پر ملت کی تقسیم کرنا قطعاً غیر اسلامی ہے۔ کتب فقہ میں بھی مندرجہ ذیل عبارتوں سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ پیشہ سے بالفعل (موجودہ) پیشہ مراد ہے۔

پیشہ میں تبدیلی سے حکم میں تبدیلی ثابت ہے | اور پیشہ کی تبدیلی اور اس کی پوزیشن کی تبدیلی دونوں ممکن ہے جس کے ساتھ حکم بھی بدل جاوے گا۔

(۱) اما لوکان دباغاً ثم صار تاجراً فان بقی عارہ لم یکن کفواً والا (در مختار ج ۲ باب الکفارۃ)

اگر ایک وقت میں دباغت کا پیشہ اختیار کیے ہوئے تھا پھر تجارت کا پیشہ اختیار کرکے تاجر بن گیا، تو اگر دباغت کی عار باقی ہے تو تاجر کا کفو نہیں ہوگا ورنہ اگر اس کی پوزیشن بدل گئی ہے تو وہ تاجر کا کفو ہوگا۔ اس میں پیشہ کی اور اس کی پوزیشن کی تبدیلی سے حکم میں تبدیلی کو بتلایا ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ ایک روایت کی رو سے پیشہ میں کفائت کا اعتبار اس لیے نہیں کرتے کہ اس میں تبدیلی ممکن ہے، دلیل کے الفاظ یہ ہیں:۔

وجہ القول الآخر ان الحرفۃ لیست بلازمۃ ویمکن التحول عن الخسیسۃ الی النفیسۃ منھا۔ (ہدایہ ج ۲ ص ۳۰۱)

قول آخر (عدم اعتبار) کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی پیشہ ہمیشہ کے لیے لازم نہیں ہے، بلکہ خسیس پیشہ سے نفیس اور عمدہ پیشہ کی طرف مڑ جانا ممکن ہے۔ (ایسی صورت میں کس کا اعتبار کریں۔

(۳) ولا خیاط لبزاز وتاجر ولا ھما لعالم او قاضی (در مختار ج ۲ باب الکفارۃ)

نہ درزی کا پیشہ ور بزاز (کلاتھ مرچنٹ) اور تاجر کا کفو ہو سکتا ہے، اور نہ بزاز اور کسی چیز کی تجارت کرنے والا کسی عالم اور قاضی کے کفو ہو سکتے ہیں۔

اس میں بزازی اور تجارت کے لیے اور عالم و قاضی ہونے کے لیے کسی خاص قبیلہ و برادری کی قید و تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر قبیلہ و برادری کا فرد ہو سکتا ہے، اور عالم و قاضی کا درجہ سب سے بڑھ کر بیان کیا گیا ہے۔ لیکن افسوس کہ آجکل مذہبی مسندوں پر بھی اسی شخص کا زیادہ وقار عزت و احترام ہے جو بقول ذات و نسب پرستوں کے اونچی ذات کا ہو۔ بالخصوص شادی اپنی چہیتی لڑکی کی ایک ہم قوم جاہل بازاری غنڈہ گرد، مفلس کے ساتھ تو کر دیں گے، لیکن دوسرے خاندان کے عالم یا جج، یا وکیل و بیرسٹر، مہذب، با اخلاق، خوش حال، مالدار کے ساتھ کر دینا معیوب سمجھیں گے، خواہ وہ اپنے کو عربی نسل کی طرف منسوب کرتے ہوں یا عجمی نسل کی طرف۔

(۵) واما الوظائف فمن الحرف فصاحبها کفوٌ للتاجر غیر دنیئۃ کبوابتہا (درمختار ج ۲ باب الکفاءۃ)

وقف کے وظائف اور ملازمتیں (جیسے امامت و خطبہ خوانی وغیرہ) پیشوں میں داخل ہیں، تو وظیفہ دار ملازم تاجر کا کفو ہو سکتا ہے، بشرطیکہ وہ ملازمت دربانی کی طرح پوزیشن کے اعتبار سے معمولی اور ادنیٰ نہ ہو۔ اس میں بھی خاندان و برادری کی تخصیص نہیں۔

(۶) ودو تدریس اونظر کفو لبنت الامیر بمصر (حوالا بالا)

اور مدرس (تعلیمی خدمات انجام دینے والا) یا ناظر (سپروائزر نگرانی کرنے والا) مصر جیسے شہر میں امیر و حاکم شہر کی لڑکی کا کفو ہو سکتا ہے (مدرسین وغیرہ کی پوزیشن بلند ہونے کی وجہ سے)

گورنمنٹ اور پرائیویٹ ملازمت بھی پیشہ ہے اور ان میں کفائت کی نوعیت

اس جیسی بہت سی فقہی عبارتوں پر غور کرنے سے یہ معلوم و ثابت ہوتا ہے کہ تمام گورنمنٹ ملازم (خواہ کسی خاندان و برادری کے ہوں) آپس میں ایک دوسرے کے بھی کفو ہو سکتے ہیں۔

بشرطیکہ عہدہ و پوزیشن میں مماثلت پائی جاتی ہو۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پرائیویٹ اور گورنمنٹ ملازمتوں کو بھی پیشہ میں اگر شمار کیا جائے تو تمام سرکاری ملازمین اپنے ڈپارٹ اور محکمہ میں اپنی پوزیشن و عہدہ کے مطابق ایک دوسرے کے کفو ہو سکتے ہیں پرائیویٹ ملازمین اور مل ملازمین کا بھی یہی حکم ہوگا۔ نیز تمام کاریگر صنعت و حرفت کی پوزیشن کے مطابق آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہو سکتے ہیں، خواہ پہلے سے وہ کسی خاندان و برادری سے تعلق رکھتے ہوں، مثلاً ٹیلرنگ اور زردوزی کا کام کرنے والے ایک دوسرے کے کفو ہو سکتے ہیں،

تمام بیڑی و سگریٹ بنانے والے کاریگر، تمام ڈاکٹر، تمام انجینیر، تمام کاشتکار وغیرہ آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہو سکتے ہیں۔

کیونکہ علامہ شامی کے الفاظ ہیں:۔

(۸) ان الموجب ھو استنقاص اہل العرف

پیشہ میں کفاءت کے اعتبار کا سبب اہل عرف

فیہ ورعہ، وعلی ھذا ینبغی ان یکون العائک کفوًا للعطار بالاسکندریۃ لما ھناک من حسن اعتبارھا وعدم عدھا نقصا۔ (شامی ج ۲ ص ۳۲۲)

کا ناقص اور گرا ہوا سمجھا ہے لہٰذا عرف کے ساتھ ہی دائر رہیگا۔ اور اس بنیاد پر تو کپڑا بُنکر اسکندریہ جیسے شہر میں عطار کا کفو ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ بننے کے پیشہ کی پوزیشن سے بلند ہے۔ وہاں اس کو باعث نقص نہیں سمجھا جاتا۔

پیشوں کی موجودہ حیثیت | باختلاف زمان و مکان پیشہ میں پوزیشن کی تبدیلی سے حکم میں تبدیلی ضروری ہے اور حالات حاضرہ کا بغور سنجیدگی سے مطالعہ کیا جاوے تو واضح ہو جائے گا کہ اب جاگیرداری، نوابیت، خاندانی اور شخصی حکومتوں کے خاتمہ کے ساتھ ہی وہ ذہنیت بھی ختم ہو چکی ہے، موجودہ عوامیت اور جمہوریت میں کوئی پیشہ فی نفسہٖ اعلیٰ و ادنیٰ نہیں سمجھا جاتا۔ حکومت اور عوام تمام ہی پیشوں اور ان کے کاریگروں کی عزت و ہمت افزائی کرتے ہیں۔ سرکاری اور پرائیویٹ ملازمین کو بھی ایک ہی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اس جمہوری اور عوامی سوسائٹی میں ملازمت، صنعت و حرفت، تجارت و زراعت یکساں اہمیت اور حیثیت رکھتی ہیں، جیسا کہ خلافتِ راشدہ میں اور اس کے بعد کچھ دنوں تک رہا۔ آج اگر کسی کو ذلیل یا نیچا سمجھا جاتا ہے، تو وہ محض پاس پڑوس کے اثرات کی وجہ سے، کہ وہ فلاں قوم کا ہے اور وہ فلاں خاندان کا۔ فی نفسہٖ پیشہ عزت و ذلت کا مدار نہیں رہ گیا۔ چنانچہ ایسے بھی لوگ روزانہ دیکھنے میں آئیں گے جو ایک ہی مل و کارخانہ، یا ایک ہی ٹیلرنگ ہاؤس کے اندر ایک ہی کام کرتے ہیں، پھر بھی آپس میں ایک دوسرے پر، فقرہ بازی، تحقیر، ذات پات کی بنیاد پر کرتے ہیں، نیز اس کا بیّن ثبوت یہ بھی ہے کہ آج جس علاقہ میں جو گھریلو دستکاری پھیلی ہوئی ہے اس علاقہ کی تمام ہی برادریاں اور قبائل اس کو احساس عزت و خودداری کے ساتھ اپنائے ہوئے ہیں، اس لیے اب پیشوں میں پوزیشن کی تبدیلی سے اس عموم بلویٰ کے تحت، حکم کفارت میں تبدیلی ناگزیر ہے۔

پیشوں میں پوزیشن کا سوال کب سے ہوا | یہاں یہ بھی واضح کر دینا فائدہ سے خالی نہیں کہ خلافتِ راشدہ کے بعد جب طوائف الملوکی عام ہوئی اور شخصی و خاندانی حکومتیں قائم ہوئی تو معاشرتی حالات جاگیردارانہ

بن گئے، عجمی تصوّرات: نسلی امتیاز وغیرہ کے غیر اسلامی عرف و عادات نے مسلم معاشرہ کو بھی صید زبوں بنایا، اور نتیجتہً عجم میں مسلم معاشرہ کا بھی عرف و تخیل اسی لائن پر چلا گیا جس سے ہدایت الٰہی کھینچ کر لائی تھی، یا اسی یا اسی لائن پر رہ گیا جس پر قبل اسلام تھا، اگرچہ ہدایت الٰہی یعنی قرآن و حدیث کی تعلیمات جاہلیت کے عرف فاسد، بُری عادات اور غلط افکار و نظریات کو ختم کرنے کے لیے ہے، لیکن معاشرتی ضرورت کے تحت اسی عرف فاسد اور طبقاتیت پر مبنی جذبات کی رعایت کرتے ہوئے فقہائے کرام نے اسی زمانے میں فقہی احکام و مسائل مدوّن کیے اور پوری للّٰہیت اور خلوص کے ساتھ عجم کے مخلوط معاشرہ میں اس زمانہ کے تقاضہ کے مطابق رہنمائی کا کام انجام دیا، خطۂ عرب کے معاشرہ میں عرف فاسد اور عجمی تصوّرات کا اتنا اثر نہیں ہو سکا تھا اس لیے حجاز مقدس کے سرخیل اعظم امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے اس عرف فاسد اور طبقاتیت کی رعایت نہیں کی، چنانچہ ان کے مسلک کے مطابق کفارت کا اعتبار صرف دین میں ہوگا، اس کے علاوہ نسب پیشہ وغیرہ کسی چیز میں نہیں ہوگا۔ بہر حال عجم کے عرف فاسد کا اعتبار کرکے دیگر فقہا نے احکام اگرچہ مرتب کیے کہ نظام زندگی عجم کی یکدم مختل نہ ہو جائے جس طرح رواج غلامی ختم کرنے کی پالیسی میں ہوا۔ لیکن علّت و اسباب بیان کرتے ہوئے یہ حقیقت بھی ظاہر فرما دی کہ ان معاشرتی احکام و مسائل کو اسی شکل میں دائمی نہ سمجھ لیا جائے۔ گرد و پیش کے حالات بدلنے کے ساتھ معاشرتی احکام میں تبدیلی کو بھی ناگزیر سمجھا جائے،

کفارت کا مقصد اپنے ہی خاندان میں رشتۂ ازدواج پر منحصر رکھنا نہیں ہے

یہ بھی دھیان رہے کہ فقہ کی کتابوں میں کفارت کا جو باب قائم ہے اس کا مقصد رشتۂ ازدواج کو اپنے ہی خاندان میں منحصر رکھنا نہیں، بلکہ زوجین میں خوش دلی اور باہمی احترام کے ساتھ نباہ مقصود ہے۔ نیز یہ بھی بتلانا مقصود ہے کہ نکاح لڑکی اور اس کے ولی کے باہمی اشتراک و تعاون اور لڑکی کی دلی رغبت کے مطابق ہونا چاہیے۔ جہاں کوئی سرپھری لڑکی اپنے ولی کا خیال نہ کرے گی، یا ولی لڑکی کی دلی رغبت و خواہش کا خیال نہ کرے گا، وہاں نزاع و اختلاف پیدا ہونا یقینی ہے۔ اس نزاع کا فیصلہ کن اصولوں کے تحت ہوگا، اس کو فقہائے کرام نے باب ولی و کفارت میں اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق بیان

کر دیا ہے، جس میں تبدیلی ممکن ہے۔

لڑکی اور اس کے ولی کی رضامندی سے غیر کفو میں نکاح ہو جاتا ہے

بعض لوگوں کا یہ سمجھنا کہ غیر کفو میں مطلقاً نکاح نہیں ہوتا یہ سراسر غلط، اور ناواقفیت پر مبنی ہے، صرف اسی صورت میں نکاح کو بعض فقہاء نے باطل احتیاطاً قرار دیا ہے جبکہ لڑکی اپنی مرضی سے بلا اجازت ولی غیر کفو میں نکاح کرے لیکن جہاں لڑکی اور اس کے ولی کے باہمی اشتراک و تعاون و خوش دلی کے ساتھ، بالخصوص لڑکی کی دلی رغبت کا خیال رکھ کر نکاح کیا جائے گا۔ خواہ رسمی کفو میں یا غیر کفو میں وہاں بہر صورت نکاح باتفاق جمیع فقہاء صحیح و لازم ہو جائے گا۔ بعد میں کسی کو بھی رخنہ اندازی کی گنجائش نہیں ہوگی، کیونکہ اوپر بتلایا جا چکا ہے کہ کفارت فی نفسہ مقصود نہیں ہے۔ بلکہ لڑکی کے جذبات کی رعایت رکھ کر معتبر مانا گیا تاکہ زوجین باہمی احترام کے ساتھ تعلقات استوار رکھ سکیں اور خوش دلی کے ساتھ نباہ ہو۔

اب اگر لڑکی اور اس کے اولیاء کے جذبات و خیالات، تعلیم و تہذیب، یا تبدل حالات کی وجہ سے ان رسم و رواج اور فاسد عرف سے بالاتر ہو جائیں، پھر ان کو پابندی رسوم و روایات پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

کفاءت کا مقصد حفاظت نسب بھی نہیں ہے

اب یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اسلام نے نسب و نسل کی حفاظت کو بھی اہم قرار دیا ہے، ایک قبیلہ و خاندان کی دوسرے میں شادی ہونے سے نسب پر تو اثر نہیں پڑے گا؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نسب انسانوں میں باپ سے چلتا ہے، اور جانوروں میں مادہ سے، اس لئے جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کے نسب محفوظ ہی قرار دیئے جائیں گے"

تاریخ شاہد ہے کہ خود ہمارے اسلاف اور قدیم مسلمان دور عروج و ترقی میں، فوجی اور غیر فوجی شکل میں جہاں کہیں، اور جس علاقہ و ملک میں گئے اور اقامت وہاں کی اختیار کی تو اس علاقہ و ملک کی عورتوں سے بلا تکلف شادیاں بھی کیں۔ اور ان سے ان ملکوں میں مسلم نسل بھی چلی ہے۔ جو آج تک چلی آرہی ہے۔ نیز آج بھی اگر کسی سید زادے کا نکاح صدیقی یا فاروقی یا کسی دوسرے خاندان میں ہو جاوے تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس شخص کا یا اس کی اولاد کا نسب محفوظ نہیں رہ گیا۔ بہرکیف

کفارت کی حد بندی نسب کی حفاظت کے لیے بھی نہیں البتہ جن مقاصد کے پیش نظر کفارت کی حد بندی کی گئی تھی۔

مذہبی مسند نشینوں کا موجودہ رویہ سخت نقصان دہ ہے | آج عوام تو عوام ہیں، بعض ان لوگوں کی بھی نگاہ نہیں جاتی ہے جو کہ مذہبی مسندوں پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں انھوں نے ان حد بندیوں ہی کو اصل مقصود قرار دے لیا ہے اور ہر پیشہ کو مستقل ذات بنا ڈالی۔ غیر منقسم ہندوستان میں نسلی، علاقائی اور لسانی بنیادوں پر جو امتیاز اور اونچ نیچ کا نظام قائم تھا، اس کے ناپاک جراثیم نے مسلم معاشرہ کو بھی دبوچ لیا، جدید تعلیم وتہذیب نے ان جراثیم کو بہت کچھ کمزور کر دیا ہے۔ پھر بھی اس بیمار قوم کو ان مہلک جراثیم سے مکمل نجات دلانے کا کام علماء اور مفتیان کرام دونوں ہی کو کرنا چاہیے۔ تاکہ اخوت ومساوات وغیرہ کو خواص اور عوام، اسلامی تعلیم کی برکت سمجھیں، نہ کہ جدید تعلیم وتہذیب کی کرامت ——— مفتیان کرام عموم بلوی کا بہانہ بنا کر نہیں بچ سکتے ہیں، اور نہ علماء کرام فتاوی کا سہارا لے کر ہی محفوظ رہ سکتے ہیں عرف فاسد کو بدرجۂ مجبوری ضرورتاً معتبر مانا جا سکتا ہے لیکن ہمیشہ کے لیے لازم نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ایسی روش اختیار کرنا ضروری ہے کہ فاسد چیز کو فاسد ہی سمجھا جائے، بتدریج اس کو صحیح نہ سمجھا جانے لگے، جہاں شدید ضرورت نہ دکھائی دے۔ بلکہ غلط رسم ورواج کے مفاسد کو عام طور پر سمجھ کر ان کی کا جذبہ بیدا ہونے لگے، تو مذہبی مسند نشینوں کا فرض ہے کہ ان کی تقویت کریں۔ اس عرف فاسد کو جوں کا توں باقی رکھ کر اس کے ساتھ چپکے رہنے کا قولاً یا عملاً تلقین کرنا تباہ کن نتائج کا باعث ہے۔ اسی کا ایک نتیجہ سب کے سامنے ہے کہ ہندوستان کے مسلم معاشرے میں ایک طرف ذات پات کے امتیاز، اور اونچ نیچ کی ذہنیت کو فروغ ہوا جس نے اسلام کے نورانی چہرہ کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ آج کے سماجی مورخین بھی یہ تحریر کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں ذات پات اونچ نیچ کا امتیاز ہندوؤں سے کم نہیں ہے، تو دوسری طرف کتنی مسلم بچیاں ہیں جن کی عمریں ۳۰، ۳۵ سال بلکہ ۴۰ سال سے متجاوز ہو رہی ہیں، اور شادی محض اس بنا پر ان کے اولیاء نہیں کر رہے ہیں کہ ان کے برابر خاندان کا لڑکا نہیں مل رہا ہے۔

اب جن بچیوں کو مذہب و روایات کا پاس نہیں وہ اپنا راستہ تلاش کرنے میں مکمل آزاد ہیں، حتیٰ کہ مسلم اور غیر مسلم کا بھی ان کے نزدیک کچھ فرق نہیں، عزت و ناموس کی حفاظت تو درکنار اور جن میں حمیت و غیرت باقی ہے، وہ سسک سسک کر پوری زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔ انہیں خطرات سے آگاہ فرماتے ہوئے محسن عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین و اخلاق کو سب سے زیادہ قابلِ اعتبار قرار دیا تھا اور فرمایا تھا کہ:-

زیادہ تر نگاہ دین و اخلاق پر جانی چاہیئے لڑکی والوں کو حضورؐ کا مشورہ

اذا جاءکم من ترضون دینہ و خلقہ، فانکحوہ الا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض و فساد، قالوا یا رسول اللہ وان کان فیہ (ای شیء من قلۃ المال او عدم الکفاءۃ) قال اذا جاءکم من ترضون دینہ وخلقہ فانکحوہ ثلث مرات
(ترمذی ج ۲ ص۱۶۱ و مشکوٰۃ ص۲۵۹)

جب تمہیں ایسا شخص مل جائے جس کے دین اور جس کے اخلاق پسندیدہ ہوں تو اس سے لڑکیوں کا نکاح کر دیا کرو۔ اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین پر ایک زبردست فتنہ و فساد پھیل جائے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ اگرچہ اس میں (غربت یا کسی غیر کفو ہونے کا) کچھ نقص ہو پھر بھی، اس کے جواب میں پھر حضورؐ نے تین بار یہی فرمایا کہ جب تمہیں کوئی ایسا شخص مل جائے جس کی دین داری اور جس کے اخلاق و کردار پسندیدہ ہوں تو اس سے نکاح اپنی لڑکیوں کا کر دیا کرو،

اس حدیث کی شرح صاحب مجمع البحار نے اس طرح کی ہے:-

ای ان لم تزوجوا من ترضون دینہ وخلقہ و ترغبوا فی مجرد الحسب والجمال تکن فتنۃ و فساد لانھما جالبات الیھا، و قیل ان نظر تم الی صاحب مال

یعنی اگر تم اپنی لڑکیوں کا ایسے شخص سے نکاح نہ کروگے جس کی دینداری اور اخلاق حسنہ تمہیں پسندیدہ ہے اور محض حسب و نسب اور حسن و جمال میں ہی نگاہ رغبت کروگے تو اس سے

وجاء یبقی اکثر النساء والرجال بلا تزوج فیکثر الزنا ویلحق العار والغیرۃ بالاولیاء فیقع القتل ویھیج الفتنۃ وفیہ حجۃ لمالک علی الجمھور فانہ یراعی الکفاءۃ فی الدین فقط
(بحوالہ حاشیہ ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۳۱)

فتنہ و فساد برپا ہو جائیگا۔ کیونکہ وہ باعث فتنہ ہیں۔
بعض نے اس کی تشریح اس طرح کی ہے کہ اگر تم لوگ مال و دولت اور جاہ و نسب والے کی تلاش میں رہوگے تو بہت سی عورتیں اور بہت سے مرد بلا شادی کے پڑے رہ جائیں گے، جس سے زنا اور حرام کاری کی کثرت ہوگی۔ نتیجۃً اعزہ و اقربا کو بھی ننگ و عار، حمیت و غیرت لاحق ہوگی۔ اور قتل و خونریزی، فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھے گی
یہ حدیث امام مالکؒ کے لئے دیگر ائمہ کے مقابلے میں حجت ہے۔ کیونکہ اس میں دین و اخلاق ہی کو سب سے زیادہ قابلِ لحاظ قرار دیا گیا ہے۔ اور امام مالکؒ دین داری ہی میں کفارت کو معتبر مانتے ہیں۔

انتخاب زوجہ میں بھی دین و اخلاق پر ہی زیادہ دھیان دیں، مردوں کو حضورؐ کا مشورہ

مردوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ یہ دیا تھا کہ:۔

تنکح المرأۃ لاربع، لمالھا ولحسبھا ولجمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک۔
(بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۶۷)

(عام طور پر) عورت سے شادی چار خوبیوں میں سے کسی خوبی کی وجہ سے کی جاتی ہے، اس کے (کثرت) (۱) مال کی وجہ سے۔ اس کے (۲) حسب و نسب کی وجہ سے۔ اس کی (۳) حسن و خوبصورتی کی وجہ سے۔ اس کی (۴) دینداری کی وجہ سے، تو تم دیندار عورت کو ترجیح دیتے ہوئے اس سے نکاح کرکے کامیاب ہو۔ اور یہ فلاح و

کامیابی آخرت کے لیے تو ہے ہی، دنیا کے لیے بھی ہوگی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

الدنیا کلھا متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ۔

دنیا ساری کی ساری پونجی ہے۔ اور دنیا کی بہترین پونجی نیک و صالح عورت ہے۔

(مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۵۹)

تفسیر مظہری عربی مکمل (دس جلدوں میں)

مولفہ حضرت قاضی محمد ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

کلام الٰہی کے مطالب کی تفہیم اور احکام شرعیہ کی تشریح و تفصیل کے اعتبار سے قاضی صاحب کی یہ تفسیر اپنا جواب نہیں رکھتی ہے۔ یہ بے نظیر تفسیر مسلسل جدوجہد کے بعد قلمی نسخے فراہم کرکے ندوۃ المصنفین نے اس کو نہایت اہتمام سے طبع کرایا ہے۔

جلد اول	۱۲/-	جلد پنجم	۱۴/-	جلد ہشتم	۱۳/-
جلد دوم	۱۲/-	″ ششم	۱۴/-	″ نہم	۹/-
″ سوم	۱۴/-	″ ہفتم	۱۲/-	″ دھم	۱۲/-
″ چہارم	۸/-	دس جلدیں	———	کامل سیٹ	۱۲۰/-

ادارہ نے اس تفسیر کا اردو ترجمہ بھی شائع کیا ہے جس کی ۱۱ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

مترجم مولانا سید عبدالدائم جلالی

جلد اول	۱۶/-	جلد پنجم	۱۴/-	جلد نہم	۱۵/-
″ دوم	۱۱/-	″ ششم	۱۳/-	″ دہم	۱۵/-
″ سوم	۱۲/-	″ ہفتم	۱۳/-	آخری جلد پارہ ۲۹-۳۰	۱۶/-
″ چہارم	۱۲/-	″ ہشتم	۱۴/-	۱۱ جلدوں کی مجموعی قیمت	۱۵۱/-

ندوۃ المصنفین۔ اردو بازار جامع مسجد، دہلی ۶